عبد الرشید ارشد

اسلام کا تصور ملت اور مروجہ قومی عصبیتیں

بالعموم ملت کو قوم اور معاشرے کے معنوں میں لیا جاتا ہے مگر حقیقتاً یہ درست نہیں ہے کہ قوم اور معاشرے کی بنیاد رنگ، نسل اور علاقہ ہوتا ہے۔ مثلاً آریہ ایک قوم تھے۔ دراوڑ ایک قوم تھے۔ یورپی معاشرہ، امریکی ماشرہ یا قدیم مصری معاشرہ اور پاکستانی معاشرہ وغیرہ کے الفاظ ہم اپنی رزہ مرہ بول چال میں استعمال کرتے ہیں اور یہ امر مسلمہ ہے کہ یورپی معاشرہ ہو یا پاکستانی اس میں مختلف مذاہب اور مختلف قومیتیں آباد ہیں لہذا ہم معاشرے کو ملت کا متبادل نہیں کہہ سکتے۔

ملت کی بنیاد دین وعقیدہ پر ہوتی ہے اور یہی معنی درست بھی ہیں۔ ملت رنگ، نسل اور علاقے کی نفی کرتی ہے مثلاً مسلم ملت، مسیحی ملت کی طرح دوسرے ادیان، یہودیت وغیرہ بھی الگ الگ ملت ہیں۔ خواہ وہ دھرتی کے کسی بھی کونے میں آباد ہوں۔ ملت وطن سے مشروط نہیں بلکہ عقیدہ سے مشروط ہوتی ہے۔

قرآن حکیم نے ملت کے مذکورہ مفہوم ومعنی کا تعین کیا ہے۔ اللہ رب العزت نے عقیدہ ودین کے حوالے سے انسانیت کا ایک ہی ملت کے طور پر آغاز فرمایا تھا مگر آزاد مرضی کے ساتھ پیدا کیے گئے انسانوں میں سے گمراہی کا راستہ اختیار کرنے والوں نے اپنے آپ کو مختلف ملتوں میں تقسیم کر لیا۔ مثلاً اللہ نے یہودی ملت اور عیسائی ملت کی تشکیل کے لیے ہدایات جاری نہیں فرمائی تھیں۔ خالق نے ہر امت میں انبیاء علیہم السلام اس غرض کے لیے مبعوث فرماتے تھے کہ انسانیت ایک ملت بن کر رہے مگر فرزندان ابلیس کا ایک الگ مشن تھا جس کی تکمیل بھی مشیت الٰہی کا حصہ تھی۔ یوں مختلف ملتیں وجود میں آئیں۔

قرآن پاک میں ملت کا لفظ اسی معنی میں مختلف سورتوں میں پندرہ مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

قل بل ملة ابراهيم حنيفا ○ (البقرہ۔ ۱۳۵)

ثم اوحينا اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا ○ (النحل۔ ۱۲۳)

ملة ابيكم ابراهيم هو سماكم المسلمين من قبل (الحج۔ ۷۸)

ملت اگر صرف الفاظ تک محدود رہے تو یہ بے معنی بات ہے، ملت زندگی چاہتی ہے اور یہ زندگی، ہر شعبہ میں متحرک اقدار ہی اسے دلاتی ہیں۔ اقدار کو عملی زندگی سے لمحہ بھر کے لیے الگ کر لیں، ملت ریت کے گھروندے سے زیادہ ناپائدار ثابت ہوگی۔ اقدار کے لیے بنیادی اصول قرآن حکیم نے دیے ہیں تو ان کے لیے جزئیات تک کا تفصیلی سرمایہ محسن انسانیت ﷺ کے فرامین نے فراہم فرمایا، اس پر ذخیرہ احادیث شاہد ہے۔ اقدار، اخلاق وکردار کے حوالے سے ہوں، اقدار معاش ومعیشت ومعاشرت کے حوالے سے یا سیاست واقتدار کے حوالے سے ہوں، زبانی تاریخ شاہد ہے کہ اقدار کے فقدان نے یہودی ملت بنائی تو اسی سبب سے مسیحی ملت بنی۔

قرآن کے منشا کے عین مطابق ہادی برحق نبی آخری الزمان ﷺ نے جو ملت مستحکم بنیادوں پر تشکیل دی اور جس ملت کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے خون سے سینچا اور جس دور سے افضل دور انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا، وہی ملت جب اور جس قدر اقدار کے سرمایہ سے محروم ہوتی گئی، اپنا مقام ومرتبہ کھوتی گئی اور جہاں جب قرآن وسنت والی اقدار کی طرف پلٹی، وہیں اسی قدر مقام ومرتبہ اس کا مقدر بنا۔ گویا ملت کا تشخص عقیدہ کی صحت وحقانیت اور اس کے مطابق عمل پر ہے۔

نیرنگی حالات کہ گردش زمانہ نے انسانیت کو شعور ملت سے بیگانہ کرنے اور بیگانہ رکھنے میں باوجود علوم کی وسعت پذیری کے اہم کردار ادا کیا۔ یہودی ملت کو چھوڑیے کہ ان کی ابتدا ہی فتنہ سے تھی اور ان کی انتہا بھی فتنہ وسازش پر ہے، مسیحی ملت بھی دین عیسوی کی بنیادی اقدار کو چھوڑ گئی اور یوں اپنے تشخص سے محروم ہے کہ ماضی کی رواداری اب ان کا مقدر نہیں رہی۔ اس پر ماضی کی تاریخ اور گزر تاحال گواہ ہے کیونکہ جب تک اقدار کا سرمایہ مسیحی ملت کا مقدر تھا، مسلم ملت کے ساتھ تعلقات بہرحال خوشگوار تھے۔ مسیحی ملت جب اقدار کا سرمایہ رکھتی تھی تو روادار تھی کہ حقائق کو تسلیم کرنے میں اسے تامل نہ تھا۔ ہم تاریخ کے اوراق سے صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں، اگرچہ تاریخ بے شمار مثالوں سے بھری ہے۔

"جب اسلامی لشکر اردن کی وادی میں پہنچا اور خیمے گاڑے جانے لگے تو (باشعور) عیسائیوں نے مسلمانوں کو لکھا کہ "مسلمانو! ہم تمہیں رومیوں پر

ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ ہمارے ہم مذہب ہیں کیونکہ تم ہمارے ساتھ عہد وپیمان کی زیادہ پابندی کرتے ہو اور زیادہ نرمی کا برتاؤ کرتے ہو اور بے انصافی نہیں کرتے ہو۔" اسی طرح جب ہرقل کی افواج حمص کے قریب آئیں تو شہریوں نے فصیل کے دروازے بند کر لیے اور مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمہاری حکومت اور تمہارے انصاف کو رومیوں کی بے انصافی اور ظلم کے مقابلے میں بہتر جانتے ہیں۔" (بحوالہ پریچنگ آف اسلام۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ ص ۵۹-۵۸)

پیشتر اس کے کہ ہم مروجہ عصبیتوں پر اپنی معروضات آپ کے سامنے رکھیں، ملت کے حوالے سے شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے افکار دیکھیے۔

اس نشاط آباد میں گو عیش بے اندازہ ہے
ایک غم، یعنی غم ملت ہمیشہ تازہ ہے

کل ایک شوریدہ خوابگاہ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر وہندوستان کے مسلمان بنائے ملت مٹا رہے ہیں

اور ہے تیرا شعار، آئین ملت اور ہے
زشت روئی سے تیری آئینہ ہے رسوا ترا

اسی کشاکش پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے تب و تاب ملت عربی

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی

دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

ملت کے مفہوم ومعنی اور اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں اسے ۳۹ جگہ پر مختلف جہتوں میں استعمال کیا ہے۔ ہم نے طوالت کے خوف سے صرف ۷ مقامات کے مفہوم ومعنی کو ان کے اپنے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھا ہے۔

قرآن، حدیث اور کلام شاعر مشرق کے آئینہ میں ملت کو پہچان لینے کے بعد ملتوں کی باہمی عصبیتوں اور ملتوں کے اندر موجود عصبیتوں پر بات آگے بڑھاتے ہیں۔ اس سے ہم یہ جان سکیں گے کہ اسلام جس ملت کی بنیاد ہے اس میں عصبیتوں کی کس قدر گنجائش ہے اور اگر اسلام کی بنیاد پر تشکیل شدہ امت مسلمہ بھی عصبیتوں کا شکار ہے تو کیا اس میں اسلام کا تصور ہے یا اسلام سے دوری اس سارے قضیے میں کار فرما ہے اور پھر اس بات کا جائزہ بھی ضروری ہے کہ سب سے مہلک عصبیت کون سی ہے۔

مختلف ملتوں میں باہمی عصبیتوں کے حوالے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عصبیت کی بنیاد بطور ملت سب سے پہلے یہود نے رکھی اور عصبیت ان کے خون میں اس قدر رچ بس گئی کہ آج تک عصبیت کے حوالے سے یہی چیمپئن ہے اور دوسری ملتوں میں عصبیتیں ابھار کر کمزور کرنے میں یہود ہی شب وروز کوشاں ہیں اور نصاریٰ ہوں یا ہنود یا نام کے بعض مسلمان، یہ سب ان کا آلہ کار ہیں۔ گزشتہ سطور میں پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ کی تصنیف دعوت اسلام سے ایک حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ مسیحی ملت میں جب اقدار زندہ تھیں تو جو سچائی ان کا مقدر تھی اس کے سبب مسلمانوں کے ساتھ وہ بہت حد تک غیر متعصب تھے۔ اگرچہ باہم کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دست وگریباں رہتے تھے۔ جوں جوں ان میں اقدار کا فقدان گھر کرتا گیا، تباہی ان کا مقدر بنتی گئی۔ مثلاً آج بھی آئرلینڈ کی صورت حال اس پر گواہ ہے یا یوگو سلاویہ اور کسووو کے مابین جو کچھ ہو رہا ہے، مسیحی تعصب کی بد ترین مثال ہے۔ یہ دین سے انحراف کا نتیجہ ہے۔

ملت مسلمہ سینہ دھرتی پر واحد خوش نصیب ملت تھی جس نے ہر عصبیت کی جڑ کاٹی تھی کہ اس کے پاس آفاقی تعلیم اور اس کے لیے آفاقی معلمؐ کا انتظام تھا۔ خالق نے اپنی محکم کتاب میں واضح طور پر فرما دیا کہ "اے بنی نوع انسان! ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے جوڑے سے پیدا کیا اور تمہاری شناخت کے لیے تمہارے قبائل بنائے، بے شک بڑائی تو صرف خدا خوفی (تقویٰ) سے مشروط ہے۔" (الحجرات) عصبیتوں کے خاتمہ کے لیے ہی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر کم وبیش سوا لاکھ اصحابؓ کے اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا "جاہلیت کے تمام دساتیر و رواج آج میرے قدموں کے نیچے پڑے سسک رہے ہیں، دم توڑ رہے ہیں، انہیں کچل رہا ہوں، دور فخر وکبر مٹ گیا، اب کسی عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ سب اولاد آدم ہیں اور آدم محض خاک کے پتلے تھے ...... اور ہاں دیکھو اگر نک کٹا حبشی غلام بھی تمہارا امیر یا سردار ہو اور وہ تمہیں خدا کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس کی مکمل اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔"

تاریخ کا لمبا دور، خلافت راشدہ کا دور اس حقیقت کا گواہ ہے کہ اسلامی اقدار کے سرمایہ نے ہر عصبیت کی مکمل طور پر اس طرح بیخ کنی کی کہ غیر بھی اس کے معترف تھے مگر جوں جوں اقدار کا سرمایہ ملت مسلمہ سے چھنتا گیا، عصبیتیں سر اٹھاتی رہیں اور پرائے ان عصبیتوں کو مزید ابھارنے کے لیے ہمہ جہت کوشاں رہے۔ پہلے اگر عصبیتیں قوم وملک و عقیدہ کی بنیاد پر تھیں تو یہ بڑھتے بڑھتے زبان، برادری، علاقائیت کے بعد مزید چھوٹے گروپوں تک پھیل گئیں اور اپنوں ہی کا گلا کٹنے لگا، اپنے ہی